اسلامی نظام عدل اور پاکستان

(ایک خصوصی مطالعہ)

ڈاکٹر فضل احمد ☆

عدل کا اسلامی تصور

عربی زبان میں عدل ایک ایسا جامع لفظ ہے جس کے بارے میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ محض ایک لفظ اسلام کی جملہ تعلیمات، اساسیات اور حقائق کا احاطہ کرتا ہے۔

علماء لغت کے نزدیک عدل کی تعریف

"العَدل ماقام فِي النفوس اَنه مستقِيم و هوَ ضد الجور (۱)

عدل افراط و تفریط کے درمیان راہ مستقیم اختیار کرنیکو کہتے ہیں اس کی ضد جور ہے۔

اسلام کے نظام اعتقادات، عبادات، معاشرت اخلاق، معیشت، سیاست اور نظام عدالت کا مطالعہ کرنے سے عیاں ہوتا ہے، ہر جگہ اور ہر شعبے میں ایک قسم کا عدل پایا جاتا ہے۔

قرآن میں عدل کے مشتقات

عدل اصل میں مصدر ہے، قرآن کریم میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات چھبیس مرتبہ آئے ہیں اور مختلف معنی میں استعمال ہوئے ہیں مثلاً فدیہ اور برابر و یکساں وغیرہ

ولا یوخذ منها عدل (۲) اور ان سے فدیہ میں کچھ نہیں لیا جائے گا۔

او عدل ذلك صيا مًا ليذوق وبال امر (۳) یا اس کے برابر روزے رکھے تا کہ اپنے کام کی سزا کا (مزہ چکھے) عبدالملک نے سعید بن جبیر سے عدل کے بارے میں سوال کیا تو جواباً لکھا۔

ان العدل علىٰ اربعة انحاء العدل فى الحكم قال و ان حكمتم فاحكم بينهم بالعدل، والعدل فى القول، قال واذا قلتم فاعدلوا والعدل الفدية قال لايقبل منها عدل والعدل فى الاشراك قال ثم الذين كفروا بر بهم يعدلون (٤)

یقیناً عدل کی چار قسمیں ہیں -

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر و صدر شعبہ القران والسنۃ کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی، کراچی

۱) عدل فی الحکم (ارشاد خداوندی ہے) اور اگر تم کوئی فیصلہ کرو تو (فیصلے میں) ان کے درمیان عدل کیساتھ فیصلہ کرو۔

۲) عدل فی القول (بات چیت میں عدل) ارشاد باری تعالیٰ ہے اور جب کبھی بات کرو تو انصاف کی کہو

۳) عدل بمعنٰی فدیہ کے (فرمان الٰہی ہے) اور ان سے اس دن کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

۴) عدل فی الاشراک (یعنی شرک میں عدل) یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک یا برابر ٹھہرانا) اللہ تعالیٰ کا قول ہے جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کیساتھ برابری کرتے ہیں۔

قیام پاکستان کا پس منظر

ڈیڑھ سو برس تک برطانوی شہنشاہیت کے تمام وسائل ہمارے اعتماد کو مٹانے اور ہمیں اسلام سے منحرف کرنے کیلئے استعمال کیئے جاتے رہے، جب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی حاصل ہوئی تو دین لادینیت کے تابع ہو جانیکی وجہ سے ادیان محرفہ کی تمثیل پر نجات اخروی کا ذریعہ بن چکا تھا، ہماری انفرادی سیرت میں یہ شگاف ڈالا جاچکا تھا کہ مذہب صرف زندگی کے انفرادی اور باطنی پہلو سے تعلق رکھتا ہے اور معاشرتی، معاشی سیاسی، ثقافتی اور تعلیمی مسائل صرف لادینی Secular نظام سے پورے ہوتے ہیں۔

ہم نے اپنے دینی فکر میں بگاڑ کا تدارک کرنے کیلئے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا، کہ ہم اپنی حیات اجتماعی کے سرچشموں (کتاب وسنت) سے رہنمائی حاصل کر کے اس کا تدارک کریں مگر افسوس کہ کتاب وسنت سے متعلق ہمارے تصورات مسخ ہو چکے تھے ہم نے اپنے دور زوال کے شکست خوردہ ذہن کے ساتھ کتاب وسنت کے جو تصورات وضع کئے تھے انہیں حیات بخشی کی کوئی ضمانت نہیں رہ گئی تھی۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے اسلام نے خالق و مخلوق، انسان، جنات، کائنات، انسان اور اس کی اپنی ذات، فرد اور جماعت فرد اور ریاست بحیثیت مجموعی اقوام انسانی اور موجودہ اور آئندہ نسلوں کے باہمی تعلقات کی نوعیت اور مزاج پر مکمل کلام کیا ہے اور اس نے اس میں سے ہر ایک کے سلسلے میں اپنے اصولی موقف اور تفصیلی نظریات کی بنیاد ایک جامع اور ہمہ گیر فکر پر رکھی۔اسلام عبادات اور کاروبار، عقیدہ و عمل، روحانیت و مادیت، معاشی و معنوی اقدار دنیا و آخرت، زمین و آسمان سب کے درمیان وحدت کا قائل ہے اس عظیم وحدت سے اسلام کے فرائض و قوانین، ہدایات وحدود اور سیاسی و معاشی امور میں راہیں ابھرتی ہیں اس کی روشنی میں وہ حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے نفع و نقصان کی تقسیم عمل میں لاتا ہے۔اجتماعی عدل کا اسلامی تصور کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محدود معنی میں کسی معاشی عدل کا نام نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر اور جامع انسانی عدل ہے زندگی کے

تمام مظاہر اور ہر طرح کی سرگرمیاں اور اس کے دائرہ میں داخل ہے وہ مادی معنوی اور روحانی تمام اقدار کے ایک خوشگوار امتزاج کا نام ہے۔

عدل اجتماعی کا اسلامی نظام تین بنیادی اصولوں پر مبنی ہے۔

☆ مطلق اور مکمل آزادی ضمیر

☆ کامل انسانی مساوات

☆ ٹھوس اور پائیدار اجتماعی تکافل

اجتماعی عدل کا کوئی تصور اس وقت تک پوری طرح شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا نہ اسے اس وقت تک قیام وبقاء نصیب ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کے پیچھے اس عدل کی اجتماعی ضرورت کا شدید احساس اور انفرادی استحقاق کا گہرا شعور نہ موجود ہو محض قانون سازی کے ذریعہ عدل ممکن نہیں بلکہ افراد کے اذہان وافکار میں ایسے عقائد موجود ہوں جو اس اجتماعی عدل کی تائید کریں اور خارجی وباطنی حالات بھی ایسے ہوں کہ اس کا قیام عملا ممکن ہو سکے۔

کسی نظام کے نفاذ کے دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔

۱) انقلاب

۲) ارتقاء

انقلاب کے ذریعے تبدیلی فوراً آتی ہے لیکن اس کے اثرات بھی عارضی اور سطحی ہوتے ہیں جبکہ ارتقائی طریقے میں تبدیلی آہستہ آہستہ آتی ہے لیکن اس کے اثرات پائیدار اور دوررس ہوتے ہیں کیونکہ کسی قوم کے باطن کا بدل جانا کھیل نہیں ہوتا انقلابی طریقے سے خونریزی ہوتی ہے اور ارتقائی طریقہ پرامن ہوتا ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی قومی زندگی کے بگڑے ہوئے ڈھانچے کو راتوں رات سنوارا نہیں جا سکتا اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ بگاڑ کی ساری جزئیات ایک ہی لمحہ میں ختم ہو جائیں اس کیلئے سب سے پہلے فساد کے ان سرچشموں پر ہاتھ ڈالنا ہوگا جن سے خرابیوں کے چشمے پھوٹتے ہیں اور وہ چار ہیں۔

۱) تعلیم

۲) قانون

۳) معیشت

۴) معاشرت

تعلیم یا تعلیمی عدل

ذہنوں کی تطہیر کے بغیر کبھی کسی معاشرہ میں تبدیلی رونما نہیں کی جاسکتی اور ذہن کی تطہیر کا سب سے مؤثر ذریعہ تعلیم ہے۔

موجودہ نظام تعلیم میں افراط و تفریط کی دوراہیں

نوجوان نسل کے سامنے نظام تعلیم کی خرابی کیوجہ سے افراط و تفریط پر مبنی دوراہیں متعین ہورہی ہیں - ایک میں اسلامی قانون کی لچک اور تغیر پذیر صورت ختم کر کے اس کی جذبی اور افادی صلاحیت پائمال کر دی گئی ہے اور دوسری طرف شاندار ماضی سے کٹ کر ایسا جدید ایڈیشن تیار ہو رہا ہے جس کی اکثر چیزیں بر آمد شدہ ہیں۔

دینی و عصری مدارس کے نظام تعلیم کا تقابلی جائزہ

جب مغرب کے علمی تقاضے ہر طرح کی روایت کی نفی کر رہے تھے تو ہماری دینی درسگاہوں میں روایت پسندی کے معاملے میں اتنی ہی شدت اختیار کی گئی - نتیجتاً دینی درسگاہوں اور مغربی علوم سکھانے والی درسگاہوں کی حیثیت دو مخالف محاذوں کی سی ہو گئی ہے -اس صورتحال کا ذمہ دار کونسا فریق ہے ؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ قلب وذہن پر دین کی وہ گرفت جو علمائے سلف کی سب سے بڑی پہچان تھی ، نئی نسلوں میں اسی کشمکش کی بناء پر ڈھیلی پڑ گئی - دین ساری زندگی کے عظیم محرک کی حیثیت رکھتا ہے اور جہاں اس محرک کی فعالیت کمزور یا محدود ہو جائے تو فکروذہن میں پختگی پیدا نہیں ہو سکے گی -

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بے ربطی کا علاج کس طرح کیا جائے ؟ اس کا صاف اور سیدھا جواب ہے کہ اپنے نظام تعلیم و نصاب تعلیم کا از سر نو جائزہ لیا جائے۔

ڈاکٹر برہان فاروقی برطانوی استعمار کے تسلط سے تعلیمی تغیرات پر بحث یوں کرتے ہیں

> لادینی نظام تعلیم کے نفاذ سے دینی علوم کی تدریس کے بجائے لادینی علوم کی تدریس ہونے لگی-دینی نظام تعلیم کو ہمارے دور اقدار میں آزاد تعلیم Libral Education کی حیثیت حاصل تھی کیونکہ اس میں طب ہیئت وہندسہ وغیرہ فنون داخل نصاب تھے ،اس کا تعلق زندگی کے معاشرتی ، معاشی ، سیاسی ، ثقافتی اور تعلیمی پہلوؤں سے منقطع ہو گیا اور وہ صرف عقائد کی تلقین اور عبادات کی ترغیب کیلئے مختص ہو کر رہ گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری زندگی لادینی Secular نظام کے تحت ڈھل گئی ، خدا ، رسول اور آخرت کا کوئی اثر اس معاشرے میں باقی نہ رہ سکا-(۵)

عصری نظام تعلیم کیساتھ دینی مدارس کے نظام تعلیم کو بھی جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ضروری ہے اور ماضی میں بھی ہمارے اسلاف نے وقت کی ضرورت کے مطابق جدید علوم حاصل کئے۔

علوم جدیدہ اور زبانیں سیکھنے کا جواز حدیث سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت کو یہود کی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔

أمره النبی صَلی الله علِيه وَسلِم اِن يتعلم كتاَبة يهود (٦)

قانون یا قانونی عدل

دوسرا اہم مسئلہ قانونی بالادستی کا ہے۔ مسلمانوں کے پاس ایک ایسا قانون موجود ہے جو بلاشک و شبہ دنیا کے ہر قانون سے زیادہ مستحکم و مضبوط ہے اسے نافذ کئے بغیر دنیا عدل وانصاف اور امن وسکون سے ہمکنار نہیں ہو سکتی ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اسے جدید تقاضوں کے مطابق مدون و مرتب کیا جائے اور عصر حاضر میں جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں قرآن وسنت سے اس کا حل تلاش کیا جائے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قانونی عدل اور اسلامی عدل کا جائزہ لینے کیلئے متعدد کمیشن بنائے گئے اور انہوں نے تجاویزات بھی مرتب کیں لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کمیشنوں کی تشکیل کیوقت صحیح افراد کا انتخاب نہیں کیا گیا کیونکہ اس کام کیلئے صرف نیک نیتی ہی کافی نہیں بلکہ افراد بھی اس معیار کے ہونے چاہیں جو اسلامی مصادر کے منابع سے براہ راست مستفید ہونیکی صلاحیت رکھنے کیساتھ عصر حاضر کے مسائل کو بھی کماحقہ سمجھتے ہوں اور مسلمانوں کو جو عملی مشکلات پیش آسکتی ہوں ان کا صحیح حل بھی دریافت کر سکتے ہوں لیکن افسوس ان کمیشنوں میں مغربی افکار سے مرعوب افراد شامل ہوئے اور اسلام میں تحریف وترمیم کا دروازہ کھول دیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں میں افتراق وانتشار کے فتنے پہلے سے زیادہ بڑھ گئے۔

پاکستان میں اسلامی نظام عدل کے نفاذ کے سلسلے میں عام طور پر دو نظریئے پائے جاتے ہیں

۱) رائج الوقت ملکی قوانین کو یکسر باطل قرار دیکر اسلامی فقہ پر مبنی خالص اسلامی قونین مدون کئے جائیں اور پھر ان کو ملک میں نافذ کر دیا جائے۔

۲) رائج الوقت قوانین کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے اور جو قوانین اور شقیں اسلامی قانون سے متصادم ہوں انہیں منسوخ کر دیا جائے یا پھر ان میں اسی طور پر ترمیم کیجائے کہ ان کا تعارض رفع ہو جائے دونوں فریق کے اپنے اپنے دلائل ہیں اور جو دونوں خلوص پر مبنی ہیں۔

ہماری نظر میں دوسری رائے صحیح اور زیادہ مناسب ہے کیونکہ اگر موجودہ نظام عدل میں ہی

ضروری ترمیمات کردی جائیں تو یہی منتفی ہوگا اس اقدام سے وقت اور محنت کی بچت ہوگی کیونکہ اس کام میں معمولی سی تاخیر بھی نفاذ شریعت کے عمل کو برسوں پیچھے دھکیل سکتی ہے فی الحال ترمیمات کر کے اسلامی نظام عدل کو نافذ کردیا جائے اور ماہرین قانون و فقہ کی ایک کمیٹی کو اس کام پر لگادیا جائے کہ وہ مستقل بالذات، جامع ومانع اور خالص اسلامی نظام عدل مدون کرے اور ترمیمات کا جائزہ لے۔

بدقسمتی سے ہمارا عدالتی نظام وطریقہ کار انگریزوں کا ورثہ ہے انصاف میں تاخیر، آئے دن کی پیشیاں، بے انداز خرچے، وکلاء کی فیسیں، رشوت اور سفارش کا عمل دخل ایسی برائیاں ہیں کہ ایک عام شخص مروجہ طریقہ ہائے عدل و انصاف کے ذریعے اپنی سماجی ناہمواریوں اور ظلم و زیادتی کا مداوا نہیں کر سکتا اس طرح ہمارے یہاں دن کے اجالے میں انصاف کا خون ہوتا رہتا ہے امراء اور سیاسی اثرورسوخ والے قانون کی گرفت سے آزاد ہیں اور غریب پر شب خون مارا جاتا ہے تھانے اور جیلیں جو عصمتوں کے تحفظ کے امین تصور کیئے جاتے ہیں آج لوٹنے والے بن گئے ہیں ، جان ومال، عزت وآبرو کچھ محفوظ نہیں رہا۔ اسلام ظلم واستحصال سے پاک معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے چنانچہ اسلام میں قضایا عدل گستری کو اہم ترین انسانی فرائض میں شامل کرتے ہوئے اسے مملکت اسلامیہ کا اولین فرض قرار دیا۔

اسلامی نظام عدل میں مساوات کی مثال۔

قرآنی مثال

ان یکن غنیا او فقیراً فالله اولیٰ بھما فلا تتبعوا الھویٰ ان تعدلو اوان تلوا
اوتعرضوا فان الله کان بما تعملون خبیرًا (۷)

وہ شخص اگر امیر ہے تو اور اگر غریب ہے تو دونوں کیساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے سو تم خواہش نفس کا اتباع مت کرنا کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی کروگے یا پہلو تہی کروگے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ قریش کو ایک مخزومی عورت کے معاملے نے بڑا پریشان کیا جس نے چوری کی تھی کہنے لگے کہ اس کے بارے میں رسولؐ سے کون گفتگو کرے کہا کہ حضرت اسامہ جو حضورؐ کے (لاڈلے ہیں) ان کے علاوہ کون جرات کر سکتا ہے تو حضرت اسامہ نے حضورؐ سے گفتگو کی پس آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کرتے ہو پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو تم سے پہلے لوگ اسی لیے گمراہ ہوئے کہ جب کوئی مالدار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے خدا کی

قسم اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو محمدؐ چور کا ہاتھ کاٹتا -

قاضی JUDGE کے منصب کا اسلامی تصور و اہمیت

اس منصب کی حساسیت اور عظمت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ فریضہ خود رسول اکرمؐ نے اپنی حیات طیبہ میں انجام دیا اور اس کے بعد ان کے نائبین یہ خدمت انجام دیتے رہے-

منصب قضاء کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا-

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموابالعدل (۸)

اور جب تم لوگوں کے درمین فیصلہ کرو تو عدل کیساتھ کرو

حدیث پاک میں ارشاد ہے

حضرت ابو بریدہؓ رسولؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں ایک جنت میں اور دو آگ میں جو جنت میں ہے وہ، وہ شخص ہے جس نے حق کو پہچانا اور اسی کے موافق فیصلہ کیا- اور ایک شخص وہ کہ اس نے حق کو پہچانا پھر اپنے حکم میں انصاف سے روگردانی کی تو وہ شخص آگ میں ہے اور ایک وہ شخص جس نے جہالت سے لوگوں کا فیصلہ کیا تو وہ بھی آگ میں ہے-

شمس الائمہ شمس الدین السرخسی فرماتے ہیں

ان القضاء بالحق من اقوی الفرائض بعد الایمان باللہ تعالیٰ و ھو من اشرف العبادات (۹)

حق وانصاف کیساتھ فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد سب سے زیادہ قوی فرض ہے
اور یہ تمام نفلی عبادتوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ مکرم اور مشرف عبادت ہے-

اس وقت تیسرا بنیادی کام معیشت کی اصلاح ہے اسوقت ہمارے یہاں جو معاشی نظام رائج ہے وہ نیم جاگیر دارانہ اور نیم سرمایہ دارانہ بنیادوں پر قائم ہوا ہے جس میں امیر امیر ترین اور غریب غریب ترین ہوتا جارہا ہے اور عوام بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہیں ملک مقروض سے مقروض تر ہوتا جارہا ہے World Bankd من مانی شرائط پر قرضے فراہم کررہا ہے اور اس کا عمل دخل تمام شعبوں میں بڑھتا ہی جارہا ہے لہذا معیشت کو اسلامی اصولوں پر استوار کیا جائے، سود، سٹہ، اکتناز دولت کا خاتمہ کیا جائے سودی بنکاری Interest based Banking کو بلاسود بینکاری Interest Free Banking سے بدلا جائے اور اسلامی بنکاری کو رواج دیا جائے اور نظام محاصل کا از سر نو جائزہ لیا جائے جو اس بات کی عملی ضمانت ہو کہ کالے دھن اور ادائیگی محصولات سے گریز کا رجحان واقعتاً ختم ہو سکے- معاشی انصاف نہ ہونے کی بناء پر اقرباء پروری اور سفارش کا گھن لگ جانے کی وجہ سے جرائم اور مجرموں کی تعداد میں روز

بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ معاشی اور اقتصادی لحاظ سے جو قومیں کمزور ہوتی ہیں وہ مغلوب ہو کر بالآخر ختم ہو جاتی ہیں اور مفلسی کیوجہ سے انہیں معاشی لحاظ سے غالب قوتیں دین سے برگشتہ کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں اچھی معیشت کا انحصار جہاں دوسری باتوں پر ہے وہاں ملک کے سیاسی حالات کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے ہمیں مغربی جمہوری طرز سے گریز کرتے ہوئے اسلامی جمہوری طرز حکومت اپنانا چاہیئے۔

مصادر، مراجع وحواشی

۱) ابو الفصل جمال الدین محمد بن مکرم المطری -لسان العرب بیروت، دار الفکر ۱۹۵۶ء ص ۴۳۰ ج ۱۱-

۲) البقرہ : ۴۸

۳) المائدہ : ۹۵

۴) ابو الفصل جمال الدین محمد بن مکرم المصری لسان العرب بیروت دار الفکر ۱۹۵۶ء ص ۴۳۱ ج ۱۱-

۵) فاروقی -برہان احمد قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۹۸ء ص ۹۶-

۶) الذہبی محمد بن احمد بن عثمان سیر اعلام النبلاء بیروت مؤسستہ الرسالہ ۱۹۹۰ء ص ۴۲۸ ج ۲

۷) القرآن، النساء، الایہ ۱۳۵-

۸) القرآن، النساء، آلایہ ۸۵-

۹) سجستانی، ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سنن ابی داؤد لاہور حامد اینڈ کمپنی ۱۹۸۳ء ص ۸۶ ج ۳-